تفسیر ماتریدی
یا
تاویلات اهل السنة

(۶)

ڈاکٹر محمد صغیر حسین معصومی

وقوله عز و جل : '' وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا '' اور اگر تم کسی قسم کے شک میں ہو اس قرآن کے بارےمیں جس کو ہم نے اپنے بندے (حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم) پر نازل کیا ہے۔ یعنی اگر تم یہ شک کرتے ہو کہ قرآن (انسانی) پیدا کی ہوئی، گڑھی ہوئی، کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے، چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے قول کو جابجا بیان کیا ہے : ''ان ھذا الااختلاق'' (: سورۂ ۷) یہ قرآن تو اپنے من کی پیدا کی ہوئی (کتاب) ہے، نیز : ''ماھذا الا افك مفترًی (سبا : ۴۳)، یہ تو صرف ایک بہتان ہے جو اللہ پر تھوپا گیا ہے، اور : ''ماھذا الا سحر'' (القصص : ۳۶) یہ تو صرف ایک جادو ہے۔ تو ایسا شک کرنا صحیح ہوتا اگر کوئی شخص اس طرح کا کلام پیدا کر سکتا۔ (آگے ارشاد ہوتا ہے :)

وقولہ : '' فاتوا بسورة من مثله '' ۔ تو تم لوگ اس قرآن کے مثل ایک سورہ (قطعہ) لاؤ۔

یعنی تم بھی ویسا ہی انشاء کرو جیسا کہ انہوں نے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے زعم میں) انشاء کیا ہے، کیونکہ تم اور وہ جوہر، خلقت اور زبان میں برابر ہیں۔ وہ تم سے انشاء اور پیدا کرنے میں بہتر نہیں ہیں۔

وقوله : ''و ادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صادقین'' ، اور تم الله کے سوا اپنے سارے مددگاروں (شعراء اور خطباء) کو بلاؤ - (کہ ایسا کلام انشاء کریں) اگر تم سچے ہو،

یعنی تم اپنے ان خداؤں سے جن کو اللہ کے سوا تم پوجتے ہو بلاؤ کہ ایسے کلام کی انشاء کرنے میں تمہاری مدد کریں، اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ قرآن (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی) انشاء کردہ ہے جس کو اللہ کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے -

کہا جاتا ہے: 'ادعوا شهداء کم، کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے شاعروں اور خطیبوں کو بلا لوکہ ایسے کلام کی تخلیق میں تمہاری اعانت کریں -

یہ بھی کہا جاتا ہے: ''ادعوا شهداء کم'' کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے گواہوں — توریت، انجیل، زبور اور ان ساری کتابوں — کو جو گذشتہ پیغمبروں پر نازل کی گئی تھیں، بلالو کہ وہ گواہی دیں کہ یہ (قرآن) اپنی تخلیق ہے اور اللہ پر افتراء باندھی ہوئی ہے -

وقوله : ''فان لم تفعلوا و لن تفعلوا'' : اگر تم لوگوں نے (ایسا) نہیں کیا، اور تم لوگ ہرگز نہیں کر سکتے، (یعنی کلام اللہ کے مثل کوئی سورہ انشاء نہیں کر سکتے).

(اس آیت کے معنی میں) چند احتمالات ہیں :

(اول) احتمال یہ ہے کہ ان (مشرکین) نے اس آیت کے نزول کے بعد اقرار کر لیا کہ وہ ایسا کلام انشاء کرنے سے عاجز ہیں، انہوں نے کوئی تکلف نہیں برتا، اور نہ وہ اس امر میں مشغول ہوئے (کہ ایسا کلام موزوں کریں)، کیونکہ اللہ بزرگ و برتر نے ان کی (اس خواهش کو) دور کر دیا کہ ایسا کلام موزوں کرنے کی لالچ کریں -

(دوم یہ کہ وہ ایسا کلام نہیں لاسکتے کہ) انہوں نے پوری کوشش کی اور سارا زور صرف کیا کہ روشنی بجھا دیں تاکہ ان کا یہ قول سچ ثابت ہو جائے کہ یہ (قرآن) اپنا پیدا کردہ گڑھا ہوا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یہ قرآن سارے عالم کے پالنہار کا کلام ہے جھوٹ ثابت ہو جائے۔

ان مشرکین کے اپنی عاجزی کا اقرار کر لینے اور قرآن کے مثل کوئی کلام موزوں کرنے سے باز آجانے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرآن حکیم رب العالمین کا کلام ہے جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے۔

و قولہ : ”فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة“ تو تم لوگ اس آگ سے بچو جس کے ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

’وقود، ’واؤ، کے زبر کے ساتھ لکڑی اور پیش کے ساتھ آگ کے معنی میں ہے۔

اللہ بزرگ و برتر یہ خبر دیتا ہے کہ اس آگ کی لکڑی انسان ہیں، جب بھی وہ جل چکیں گے اپنی پہلی حالت میں لوٹا دئے جائیں گے اور اولین حالت میں بدل دئے جائیں گے، چنانچہ (ایک دوسری جگہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ”کلما نضجت الخ (النساء : ٥٦) جب بھی ان کے چمڑے پک جائیں گے ان کے چمڑوں کو دوسرے چمڑوں سے بدل دیا جائے گا“۔

’حجارہ، کے دو معنے ہیں : (١) بعض لوگوں نے ”گندھک“ بیان کیا ہے اور بعض نے (٢) بعینہ پتھر کہ نہایت سخت ہوتے ہیں اور جلنے میں بھی سخت ہیں اور سیاہ ہونے میں بھی زیادہ ہیں۔

وقولہ : ”اعدت للکافرین“ : یہ آگ کافروں کے لئے مہیا کی گئی ہے۔ اس آیت

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کافروں کے سوا دوسروں کے لئے یہ آگ مہیا نہیں کی گئی ہے۔

— — — —

آیت شریفہ کا مضمون معتزلہ کے عقیدے کے خلاف ہے، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ 'نار' میں رہے گا، حالانکہ مرتکب کبیرہ کو وہ کافر نہیں کہتے۔ معتزلہ کے زعم میں یہ آگ کافروں کے لئے بھی مہیا کی گئی ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ ایماندار بھی نافرمانی کرنے کی وجہ سے، کچھ گناہوں کے بوجھ اٹھانے کی وجہ سے، نیز بعض برائیوں کے عوض، عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے (اور دیگا)، مخلوق کو اس بارے میں کوئی حکم (عمل) حاصل نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''لا یشرك فی حکمه احداً (الکھف: ۲۶) ''اپنے حکم میں اللہ تعالیٰ کسی کو شریک نہیں بناتا ''۔

کچھ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہوں گے، حالانکہ جنت ان کے لئے نہیں ہے، جنت تو ایمان والوں کے لئے بنائی گئی ہے، تو (ظاہر ہے) کہ ایمان والوں کے سوا دوسرے لوگ بھی جنت میں داخل ہوسکتے ہیں، اور ہمیشہ رہ سکتے ہیں۔ اسی طرح دوزخ (نار) اگرچہ کافروں کے لئے ہے، مگر کافروں کے سوا دوسرے لوگ بھی عذاب دئے جا سکتے ہیں اور نار میں ہمیشہ رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''فاما الذین اسودت وجوھھم أ کفر تم بعد ایمانکم'' (آل عمران: ۱۰۶) (اللہ تعالیٰ کہے گا) ان سے جن کے چہرے سیاہ ہوچکے ہیں: ''کیا تم لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟'' ۔ اس آیت شریفہ میں 'کفر' کی شرط ایمان کے بعد بیان کی گئی ہے۔ پھر وہ شخص جس کی پیدائش کفر کی حالت میں ہوئی ہے اور وہ شخص جو ایمان کے بعد کفر کرتا ہے دونوں (نار میں) ہمیشہ رہنے میں برابر ہیں (دونوں میں کوئی فرق و امتیاز نہیں)۔ اس لئے مرتکب کبیرہ اور

کافر دونوں ھمیشه نار میں رھنے میں برابر ھیں ۔

جواب میں ان لوگوں سے یه کہا جائے گا که ھر کافر کی خلقت (پیدائش) اپنے پروردگار کی وحدانیت کی گواھی دیتی ھے ۔ مگر چونکه اس نے اپنے نفس میں غور و خوض کرنا ترک کر دیا ھے، اور کجروی اختیار کی تو گویا اس نے ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا، کیونکه (یه حقیقت) نہیں ھے که وہ ایمان دار تھا اور اب کافر ھو گیا ۔

اطفال مشرکین کے بارے میں انھوں نے جو کچھ کہا ھے اس کا جواب یه ھے که مشرکین کے بچے جنت میں ھمیشه اس لئے رھیں گے که ان بچوں کو الله تعالیٰ کی طرف سے نیک بدله دیا جائیگا ، اور الله تعالیٰ جس کو چاھے بدله دے، اگرچه کوئی کام سپرد نه ھو، نه کوئی کارخانه، یه صرف اس کی مہربانی اور فضل ھے، اور عزت افزائی نیز اکرام و فضل کے لئے الله تعالیٰ بغیر کسی عمل و فعل کے ثواب بخش سکتا ھے، اور انعام عطا کرسکتا ھے ،

البته عقل اس بات کو جائز نہیں سمجھتی که کسی کو بغیر کسی گناہ اور جرم کے عذاب میں ڈالا جائے (والله اعلم) ۔

وقوله : ''و بشر الذین اٰمنوا و عملوا الصالحات،، اور خوشخبری دے دیجئے ان لوگوں کو جو ایمان لاچکے اور نیک عمل کرتے رھے ۔

یه آیت شریفه ان لوگوں کے خلاف ھے (یعنی معتزله کے جو ساری فرماں برداریوں اور عبادات کو ایمان گردانتے ھیں ، کیونکه الله تعالیٰ نے ان کی طرف ایمان کی نسبت کی ھے، اعمال صالحه کو الگ بیان کیا ھے، البته نیک اعمال کی بدولت وہ بشارت کے مستحق ٹھہرے، اور خوف و ڈر ان سے دور کردیا گیا ۔

یه بات بھی قرین قیاس ھے که نیک اعمال میں دل کا عمل شامل ھے، اور دل کا عمل یه ھے که دل والا اپنے عقیدے کو خالص الله کے لئے

بنائے ۔ منافق کے عقیدے کی طرح اپنے ایمان کو نہ بنائے کہ جس کا اظہار اہل نفاق زبان اور لفظ سے کرتے ہیں اور دل میں اس کا ثبوت نہیں پاتے۔

وقولہ : ''ان لهم جنات تجری من تحتها الانہار'' ، بیشک ان کے لئے بہت سے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ۔ جنات سے مراد باغ ہیں ۔

'من تحتها الانہار' کے چند معانی بیان کئے گئے ہیں :

۱ ۔ باغ صرف زمین اور خاص قطعۂ ارضی کا نام نہیں، بلکہ اس قطعہ کو کہتے ہیں جس میں بہت سے درخت ہوں، اور جس میں طرح طرح کے پھل والے درخت اور پودے ہوں اسکو بستان، باغ ، کہتے ہیں ۔

۲ ۔ باغوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، یعنی ان کے درختوں اور پودوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

۳ ۔ باغوں کے تحت کا مفہوم یہ ہے کہ باغ میں جن حصوں پر نظر پڑتی ہے پانی کی نہریں ہیں ، کہ یہ معنی نہایت عمدہ، طرب انگیز اور واضح ہے ۔

۴ ۔ بعضوں نے من تحتها کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ بلند حصوں کے زیرین حصے میں نہریں جاری ہوں گی زمین کے نیچے نہیں، جیسا کہ دنیا میں بعض مقامات میں پانی زیر زمین ہوتا ہے ، دلیل میں وہ حدیث موجود ہے کہ ہر بال کے نیچے جنابت (ناپاکی) ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جلد کے نیچے نہیں بلکہ بالوں کا جو حصہ اوپر ظاہر ہے اس کے نیچے ناپاکی ہے، اسی طرح باغوں کے محلات اور تفریح گاہوں کے زیریں حصوں میں نہریں جاری ہوں گی۔ واللہ اعلم ۔

وقولہ : ''کلما رزقوا منها من ثمرة رزقاً قالوا هذا الذی رزقنا من قبل''، جب بھی ان باغوں کا کوئی پھل انہیں دیا جائے گا، تو (اہل جنت) کہیں گے کہ یہ وہی ہے جس کو پہلے ہم کھا چکے ہیں''۔

'رزقنا من قبل' کے چند معانی بیان کئے گئے ھیں :

۱ - دنیا میں پہلے ھمیں دیا جا چکا ھے ،

۲ - ھمیں دنیا میں وعدہ کیا گیا تھا کہ جنت میں یہ ھے -

۳ - جنت ھی میں ھم پہلے بھی دئے جاچکے ھیں -

وقولہ : '' و اتوابہ متشابھاً '' ، اور وہ دئے جائیں گے طرح طرح کے (مماثل پھل) اس آیت کی تشریح کئی طرح کی گئی ھے :

۱ - دیکھنے میں ایک طرح کے پھل دئے جائیں گے جنکا مزہ مختلف ھوگا -

۲ - مزہ میں ایک دوسرے کے مانند، دیکھنے میں نیز رنگ میں مختلف ھوں گے، کہ بعض پھل نظروں میں بہت بھاتے ھیں کھانے میں نہیں -

۳ - ظاھری خوبیوں، خوبصورتی اور چمک دمک میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ھوں گے -

وقولہ : ''ولھم فیھا ازواج مطھرۃ'' ، اور ان کے لئے (ان باغوں میں) طرح طرح کے پاک و صاف جوڑے ھوں گے - اس کا مفھوم بھی کئی طرح بیان کیا گیا ھے :

۱ - یعنی یہ بیویاں سوء خلق اور دناءت سے پاک ھوں گی، دنیا کی عورتوں کی طرح نہ ھوں گی جو ان باتوں سے مبرا نہیں ھوتی ھیں -

۲ - یہ بھی مفھوم ھے کہ بیماریوں اور ناپاکیوں سے پاک ھوں گی، دنیا میں تو لوگ ان کے شکار ھوتے رھتے ھیں ، ناپاکی، میل اور ماھواری وغیرہ سے پاک و صاف نہیں ھو سکتے -

۳ - یہ معانی بھی بیان کیا گیا ھے کہ جنت کی بیویاں صاف ستھری اور جوھر میں بھی شفاف ھوں گی، چنانچہ کہا جاتا ھے کہ ان کے اعضا ایسے

صاف شفاف ھوں گے کہ ان کی ٹانگوں کی ھڈیوں کا مغز جھلکتا دکھائی دیگا۔

۴۔ یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ھے کہ وہ پاک و صاف یعنی نہایت پسندیدہ اور مہذب ھوں گی۔

وقولہ : ''وھم فیھا خالدون،، اور وہ لوگ جنتوں میں ھمیشہ رھیں گے۔ یعنی ھمیشہ وھیں ٹھرے رھیں گے۔

— — — —

اس آیت شریفہ کا مضمون فرقہ جہمیہ(۱) کے عقیدے کی تردید کرتا ھے۔ ان کا عقیدہ یہ ھے کہ جنت اور جنت کی ساری چیزیں فنا ھو جائیں گی۔ ان کا دعوی ھے کہ اللہ تعالیٰ ھی اول آخر اور باقی ھے، اگر جنت فنا نہ ھوئی باقی رھی تو صرف تشبیھا ایسا ھوگا۔

ھمارے نزدیک ایسا عقیدہ رکھنا وھم اور زعم باطل ھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اول، اپنی ذات میں آخر اور اپنی ذات میں باقی ھے، اور جنت و مافیھا اپنے سوا کے ساتھ باقی ھیں۔

اگر مذکورہ امور میں 'تشبیہ، و مجاز کا اعتبار کیا جائےگا تو ''عالم، سمیع بصیر،، میں بھی تشبیہ کا اعتبار ھوگا، اور مخلوق میں بقاء کی حالت میں بھی

۱۔ جہم بن صفوان راسبی کے پیروکاروں کو جہمیہ کہتے ہیں۔ جہم کے بارے میں علامہ ذھبی نے تذکرۃ الحفاظ (رقم ۱۰۸۴) میں لکھا ہے کہ : یہ شخص گمراہ، بدعت پھیلانے والا، اور جہیمہ کا سردار سمجھا جاتا ہے ، چھوٹے (پچھلے) تابعین کے زمانے میں کیفر کردار کو پہنچا، اس سے کوئی روایت ثابت نہیں، البتہ بڑا شر پھیلایا۔

طبری فرماتے ھیں (دیکھئے حوادث سنہ ۱۲۸) یہ حارث بن سریج کا سکریٹری تھا، حارث نے بنو امیہ کے آخری عہد میں خراسان میں خروج کیا تھا۔

جہمیہ کا عقیدہ ہے کہ انسان مجبور ہے ، اور عمل سے اس کو چھٹکارا نہیں، ان کے زعم میں ایمان صرف اللہ کے جاننے کو کہتے ھیں، اور کفر اللہ کے نہ جاننے کو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے کوئی فعل یا عمل نہیں، لوگوں کی طرف ان کے اعمال کی نسبت مجازاً کی جاتی ہے ، چنانچہ کہا جاتا ہے : زالت الشمس، دارت الرحی، (آفتاب ڈھل گیا، چکی گھومتی رھی)۔

اسی طرح ان کا زعم ہے اللہ کا علم حادث ہے، اور دوزخ و جنت فنا ھوجائیں گے دیکھئے : التبصیر ص ۶۲، الملل و النحل ۱/۸۶، الفرق بین الفرق ص ۲۱۱ -

تشبیہ ہوگی، اور اگر ان امور میں تشبیہ متصور نہیں ہو تو اولاً ذکر کی ہوئی اشیاء میں بھی اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے جنت کو ایک ایسا گھر بنایا ہے جو سارے عیوب سے پاک ہے، چنانچہ اسی وجہ سے جنت کا نام ''دار قدس،، اور ''دار سلام،، بتایا ہے۔

اگر جنت آخر کار فنا ہو جائے گی تو فنا ہونا تو سب سے بڑا فتنہ اور عیب ہے، کسی انسان کی زندگی کیوں کر مبارک کہلا سکتی ہے، جبکہ اس کی زندگی زوال پذیر ہے، ساری نعمت ایسی جنت والے کے حق میں کڑوی ہو جائے گی۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو سارے عیوب سے پاک بنایا ہے، اور فنا ہونا سب سے بڑا عیب ہے، اس لئے خلود سب سے بڑی نعمت سمجھی جائے گی۔ اور جنتیوں کے لئے یہی سب سے زیادہ انسب ہے۔

وقولہ : ''ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ فما فوقھا،، ، بیشک اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ کسی مچھر یا اس سے بڑھ کر (کسی کیڑے) کی مثل بیان کرے۔

یہ آیت کفار کے 'واللہ عالم' قول کے جواب میں ہے، جس کا ذکر صحابہ سے ثابت ہے کہ کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، جیسا کہ بعض اہل تاویل نے بیان کیا ہے(۱)، کہا : اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے رب کو حیا نہیں کہ مچھر اور مکھی جیسے (مکڑی وغیرہ) کیڑے مکوڑوں

---

۱ - ابن جریر (طبری) کا بیان ہے : موسی بن ہارون، نے بواسطۂ عمر و بن حماد، اور اسباط نے سدی سے ایک خبر میں بواسطۂ ابو مالک بیان کیا - اور بواسطۂ ابو صالح ابن عباس سے، اور بواسطۂ مرہ ابن مسعودرض سے نیز چند اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ جب منافقین کے لئے دونوں مثالیں دی گئیں (و مثلھم کمثل الذی استو قد نارا (۲) او کصیب من السماء،، (تینوں آیتیں) تو بعض منافقین نے کہا : ایسی مثالیں بیان کرنے سے اللہ ارفع واجل ہے اور (یہ اس کو سزاوار نہیں) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی : ''ان اللہ لا یستحی الخ،، دیکھئے تفسیر طبری ج ۱ ص ۴۰۰، تحقیق شاکر۔

کا ذکر کرتا ہے، اور اپنی تحقیر کرتا ہے، زمین کے بادشاہ تو ایسی چھوٹی چیزوں کا ذکر نہیں کرتے، اور اپنے لئے اس کو باعث شرم سمجھتے ھیں۔

اللہ عزوجل نے جواب میں فرمایا: ”ان اللہ لا یستحی،، الآیة (بیشک اللہ شرم محسوس نہیں کرتا) چونکہ دنیا کے بادشاہ ان چھوٹی چیزوں کی طرف حقارت سے دیکھتے ھیں اور ان کو حقیر و ذلیل سمجھتے ھیں اس لئے کراھت و ناپسندیدگی کی وجہ سے ان کے ذکر سے شرماتے ھیں،

اللہ بزرگ و برتر (ان کا خالق و رب ھے) ان کے ذکر سے نہیں شرماتا، بلکہ ان کی پیدائیش سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کا اظہار مقصود ھے کہ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سی چھوٹی چیز پیدا کرنے اور پالنے میں یکسانیت کا اظہار کرتا ھے۔ اگر سارے خلایق اکھٹے ھوجائیں اور اپنی اجتماعی طاقت سے ایک چھوٹے مچھر یا مکھی کی صورت جیسی کوئی چیز پیدا کرنا چاھیں (تو نہیں کرسکتے)، اور اس کے اعضا، منہ، ناک، پیر ھاتھ، مدخل و مخرج وغیرہ کو ترکیب دینا چاھیں تو ھرگز ھرگز ایسا نہیں کرسکتے۔ البتہ بڑے جسم والے میں کچھ قدرت دکھا سکیں (تو ممکن ھے)۔

تو ان منافقین نے ان حقیر اشیاء کی لطافت و نزاکت اور ان کی عجیب ترکیب و پیدائش کی طرف نہیں دیکھا صرف ان کی ناچیزگی اور تحقیر، اور کمینگی کی طرف نگاہ کیا۔

— — — —

اھل کلام (یعنی علماء علم کلام) نے اللہ تعالیٰ کی طرف حیاء کی نسبت کرنے میں اختلاف کیا ھے: کچھ لوگوں سے جواز ثابت ھے کیونکہ حدیث میں ھے: ”ان اللہ یستحی ان یعذب من شاب فی الاسلام،،: اللہ تعالیٰ شرماتا ھے کہ ایسے شخص کو عذاب دے جو اسلام کی حالت میں بوڑھا ھوا (۱)۔

۱۔ ابن حبان نے حضرت انسرض سے مرفوعا روایت کیاہے: ”انی لا ٔستحیی من عبدی و امتی لیشیب راسھما فی الاسلام ثم اعذبھما بعد ذلك، ولانا اعظم عفوا من ان استر علی عبدی ثم افضحہ، ولا ازال اغفر لعبدی ما استغفرنی،،۔ (بے شک میں اپنے ان غلام اور اپنی اس لونڈی سے جن کے

الله تعالیٰ کی طرف حیاء کی نسبت اسی طرح جائز ھے جیسے تکبر، استھزاء اور مخادعت کا استعمال الله تعالیٰ کے لئے کیا گیا ھے۔ (اور وجه مناسبت ''الله یستھزی بھم،، کی تفسیر میں گزر چکی)۔

کچھ لوگ یه کہتے ھیں که حیا کی اضافت الله تعالیٰ کی طرف سے درست نہیں، کیونکه اس کا مفہوم الگ رھنا اور اعراض کرنا ھے اور یه الله تعالیٰ سے بعید ھے که اعراض کرے۔ البته یہاں 'حیا، 'رضا، کے معنے میں ھے اور حیا ترک کرنے کو کہتے ھیں، تو آیت (یعنی لایستحیی) کا مفہوم یه ھے که وہ نه چھوڑے گا نه ترک کریگا،،۔

سر اسلام کی حالت میں بوڑھے ھوئے ھیں شرماتا ھوں که ان کو (اتنے دنوں کے اسلام کے بعد) عذاب دوں، میرے عفو کی صفت اس سے ارفع و اعلی ہے که اپنے بندے کے عیوب کو چھپاؤں پھر اس کی فضیحت کروں، اور جب تک میرا بندہ مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے میں ھمیشه اس کی مغفرت کرتا رھوں گا۔،،

ابن حبان نے ساتھ ھی لکھا ہے: یه حدیث باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔

صاحب اللالی نے اس حدیث کو چند طریقوں سے روایت کی ہے، مگر سب کے سب بے اصل ھیں، ایک طریق میں ایوب بن ذکوان ہے جو متروک ہے دوسرے تیسرے طریق میں دینار ہے جو انس سے جھوٹے طور پر روایت کرتا ہے۔ چوتھے میں نعیم ہے جو کذاب ہے، اور پانچویں میں العلاء بن زید کذاب، اور چھٹے میں احمد بن عبید حدثنا عمرو بن جریر ہے، احمد بن عبید کا ذکر سیوطی نے اچھے الفاظ میں کیا ہے مگر اس کا شیخ کذاب ہےجس کا ذکر نہیں کیا۔ یہی حال دیگر اسانید و طرق کا ہے، دیکھو الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة ص ۴۸۰۔